OPEN ACCESS
AL-TABYEEN
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore.*

ISSN (Print) : 2664-1178
ISSN (Online) : 2664-1186
Jan-jun-2022
Vol: 6, Issue: 1
Email: altabyeen@ais.uol.edu.pk
OJS: hpej.net/journals/al-tabyeen/index

عہدِ خلافتِ عثمانیہ میں فنِ شعر کا ارتقاء

ڈاکٹر شگفتہ نوید*
ریاست علی**

ABSTRACT

The purpose of this research article is to analyze the evolution of the art of poetry in the Ottoman Caliphate. In this period, not only the commentators, narrators, jurists and Sufis have made great efforts in the development of Tafsir, Hadith, Sufism, Fiqh and theology but also the Ottoman poets have made active role in the promotion of Ottoman poetic literature. The Ottoman Caliphs rewarded poets with gifts and honors. They had appointed special poets in their court who publicized the works of the sultans. In this scholarly and literary environment, they personally participated in poetry. Many caliphs were poets. Ancient Ottoman poetry was of an imaginative nature, while modern poets invented new styles and methods in this regard. They presented a comprehensive map of social issues and civilizations. Rather than exaggerating, explaining historical and social facts was an important feature of modern Turkish poets. In this literary age, women also took part in poetry. There is a need to analyze various aspects of the art of Ottoman poetry and to introduce well-known poets. This article has been

* گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ
** پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، گجرات یونیورسٹی، گجرات

presented to meet this intellectual need.

Keywords: Civilizations, Ottoman Caliphate, Poets, Poetic Literature, Turkish poets

موضوع تحقیق کا تعارف اور ضرورت و اہمیت

خلافتِ عثمانیہ اسلامی تاریخ کی وسیع و عریض جغرافیائی حدود کی حامل ایسی چند عظیم الشان اور طاقتور سلطنتوں میں سر فہرست ہے جسے طویل عرصہ تک قائم رہنے کا اعزاز و امتیاز حاصل ہے۔ یہ سلطنت اپنی بے مثل انتظامی و سیاسی صلاحیتوں کے باعث مسلم دنیا کے نقشے پر تقریباً ساڑھے چھ سو سال تک قائم رہی۔ اس دوران کل سینتیس حکمران برسر اقتدار آئے۔ خلافت عثمانیہ نے مذہبی، تہذیبی، تمدنی، ثقافتی، علمی، فکری، ادبی، سیاسی اور اقتصادی ترقیوں کے باعث بالعموم پوری دنیا اور بالخصوص مسلم دنیا پر علمی و ادبی نقوش مرتب کیے۔ جب پوری مُسلم دنیا سقوط بغداد کی وجہ سے زوال و انحطاط کا شکار تھی تو عین اُس وقت خلافت عثمانیہ عالمی دنیا کے نقشے پر نمودار ہوئی جو عالم اسلام کے تشویش ناک علمی و ادبی اور سیاسی و معاشرتی حالات کی اصلاح کے لیے کارگر ثابت ہوئی۔ اس عہد میں نہ صرف یہ کہ علم قرآن، علم حدیث، علم سیر اور علم فقہ سے متعلق قدیم علوم کی نشر و اشاعت ہوئی بلکہ فنِ شعر کو غیر معمولی ارتقاء حاصل ہوا۔ عثمانیوں کے فنِ شعر میں فارسی ادب کی جھلک نظر آتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ رنگ و جذبہ، الفاظ کی ترکیب اور نظم کے ڈھانچہ کے اعتبار سے عثمانی اور فارسی دونوں زبانوں میں اشتراک پایا جاتا ہے، اس لیے دونوں میں مماثلت کا پایا جانا ایک فطری تقاضا تھا۔ اس سے متعلق ابتدائی دور کی شاعری فارسی زبان میں ہی ملتی ہے۔ جامعات میں نصاب کے طور پر "گلستان سعدی"، "بوستان سعدی" اور مولانا جامی کے کلام پڑھائے جاتے تھے۔ اس سے لوگوں میں شعر و شاعری کا ذوق پیدا ہوا جس سے نامور شعراء پیدا ہوئے۔ قدیم شاعری فرضی شکوہ و شکایات پر مبنی تھی، اُس میں مذاق کا عنصر نُمایاں پایا جاتا تھا، اُن کے قصیدے اور عاشقانہ غزلیں عام انسانوں، کھیتوں میں کام کرنے والوں، کسی دور دراز میدانِ جنگ میں خون میں نہا کر مرنے والوں کے جذبات، ان کی امنگیں، ان کے صدمات، ان کی خوشیاں، ان کے غم و الم اور ان کے حوصلے سے متعلق ہیں۔[1]

---

[1] ملاحظہ ہو:

E.J.W. GIBB, M.R.A.S., A History of Ottoman Poetry, LUZAC & CO., Great Russell Street, London, 1902,P: 15-215

چودھویں صدی عیسوی میں عہد خلافت عثمانیہ کے شعراء میں امیر غازی، یونس امرہ اور فاضل کے نام نُمایاں نظر آتے ہیں۔ پندرہویں صدی عیسوی میں شاعر میر علی شیر نوائی، نجاتی اور ذاتی قابل ذکر شعراء میں سے ہیں۔ اس ادبی عہد کی اہم بات یہ ہے کہ خواتین نے بھی مردوں کے مقابلے میں شعر کہے، اُن میں زینب اور مہری شاعرات قابل ذکر ہیں۔ سولہویں صدی تک ترکی شعری ادب کم و بیش ناہموار تھا، اُس کی نوک و پلک درست نہ تھی۔ اس صدی سے شاعری کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ دو بڑے شاعر فضولی اور باقی نے ایک نئی اور جداگانہ راہ اختیار کی جہاں فارسی اور ترکی شعراء میں سے کسی کے بھی قدم نہیں پہنچ سکے تھے۔ سترہویں صدی عیسوی کے شعراء میں صابری ایک ہجو گو شاعر تھا۔ نفعی اپنے قصائد کی شان کے اعتبار سے بہت زیادہ قدر و منزلت رکھتا تھا۔ نابی نے غزل کو نئے انداز میں روشناس کروایا۔ ندیم ایک مخصوص طرز عمل کا حامل تھا۔ لیکن اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں اس نوعیت کی شاعری سے لوگ بیزار ہو گئے، اُن کا رجحان اس طرز کی شاعری سے کم ہوتا چلا گیا، اس کے باعث شعراء کی سوچ و فکر میں تبدیلیاں رونماں ہونے لگیں، اُنہوں نے اپنی شاعری کے باعث انسانی زندگی کی حقیقی اور اصلی تصویر کھینچی۔ انیسویں صدی کے آغاز میں فطرت پسندانہ شاعری کا رواج عام ہوا، اس فکر و فلسفہ کے حاملین شعراء نے اپنے کلام میں عثمانی معاشرت کا صحیح نقشہ پیش کیا۔ یہ عہدِ خلافتِ عثمانیہ کے شعری ادب کا سب سے بہترین دور تھا۔ خلافت عثمانیہ کے آواخر میں میں عثمانیوں میں ذہنی انقلاب برپا ہوا جس کے نتیجہ میں عثمانی ادب خصوصاً شاعری اپنے طرز ادا کے لحاظ سے فرانسیسی رنگ میں ڈوب گئی۔ عہدِ جدید کے شعراء نے "حُریت" کا اعلان کیا، اُنہوں نے قوم کو اسلام کے نام پر عمل کی دعوت دی، لوگوں میں شعور بیدار کیا کہ جدوجہد کے بغیر فضیلت و شرف حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔

عہد خلافت عثمانیہ کے شعراء نے فنِ شعر کے ارتقاء میں جو متحرک و فعال کردار ادا کیا وہ غیر معمولی اہمیت کا

Harold Lamb, Suleikan the Magnificent Sultan of the East, Garden, N.Y. Doubleday & company, INC. 1951, P:20-300

E.J.W.GIBB, Ottoman Literature: The Poets and Poetry of Turkey, Theodore P. ION, J.D. National University, Washington, D.C. 1901, P: 18-350

iv۔ پروفیسر جولیس جرمانس، ترکی کی اسلامی خدمات، انجمن ترقی اردو، ص:57

حامل ہے۔ اُن کے شعری ادب میں محمود شبستری (1321ء) کا "گلشن راز"، عاشق پاشا (1332ء) کا "غریب نامہ"، فخری (1367ء) کا خسرو شیریں"، مصطفی ضریر (1376ء) کا "یوسف وزلیخا"، یوسف مداح (1387ء) کا "ورقہ وگلشاہ" کمال اوغلی (1387ء) کا" فرحنامہ"، محمد (1398ء) کا "عشق نامہ"، احمدی (1403ء) کا جمشید و خورشید"، شیخ صدر الدین مصطفی اوغلی (1409ء) کا" خورشید نامہ "اور" مرزبان نامہ"، احمدی (1412ء) کا" اسکندر نامہ"، خطیب اوغلی (1425ء) کا "لطائف نامہ "اور"، پیر محمد (1429ء) کا "بختیار نامہ"، شیخی (1431ء) کا" خسرووشیرین "قیغوسز آبدال (1444ء) کا "گلستان"، "گوہر نامہ"، "دولاب نامہ"، "منبر نامہ"، "سرای نامہ"، "بودلا نامہ" اور" وجود نامہ "یازیجی اوغلی محمد (1451ء) کا "محمدیہ "عبدالرحمن (1461ء) کا "حضر نامہ "اور" وحدت نامہ"، خلیلی (1485ء) کا" فرقت نامہ"، سنان پاشا (1486ء) کا" تضرع نامہ"، "معارف نامہ" اور "نصیحت نامہ"، علی شیر نوائی (1501ء) کا لیلی ومجنون"، آق شمس الدین (1503ء) کا" مخزن الاسرار"، " خسرووشیرین"، "لیلی ومجنون"، "ھفت پیکر" اور" اسکندر نامہ"، نجاتی (1509ء) کا "لیلی ومجنوں"، " مھر وماہ"، "مناظرۂ گُل و خسرو"، "کیمیاسعادت" اور " جامع الحکایات"، مسیحی (1512ء) کا" گل صدبرک" اور "ادرنہ شہر انگیزی"، فردوسی (1512ء) کا" قطب نامہ"، علاء الدین علی بن صالح (1543ء) کا "ھمایوں نامہ"، ذاتی (1546ء) کا" شمع وپروانہ"، فضولی (1556ء) کا "لیلی ومجنون"، " شکایت نامہ"، "ساقی نامہ"، "ھفت جام، "حُسن وعشق" اور "رندوزاہد"، شمسی پاشا (1580ء) کا "شاہنامہ سلطان مراد"، شمس الدین سیواسی (1598ء) کا "مولد" اور" گلشن آباد"، عزیر محمود ھدای (1626ء) کا " دیوان الھیات"، یحی افندی (1644ء) کا" ساقی نامہ"، اولیاء چلپی (1682ء) کا" سیاحت نامہ"، ثابت (1712ء) کا" رمضان نامہ"، سھی کا "ھشت بھشت" ، فضولی کا " شکایت نامہ" شیخی کا "خَرنامہ"، احمد داعی کا" جنک نامہ" اور "خلیل نامہ"، سلیمان چلپی کا" المولد" اور "وسیلۃ النجاۃ"، احمد کا " قابوس نامہ "حمزاوی کا" حمزہ نامہ"، رفیعی کا "بشارت نامہ" اور "گنج نامہ"، جفعر چلپی کا" ھوس نامہ"، انوری کا" دستور نامہ"، ابوالخیر رومی کا" بطال نامہ"، صلتوق نامہ" اور "ابو مسلم نامہ"، عارفی کا" دانشمند نامہ"، فردوسی کا " سلیمان نامہ"، " دعوت نامہ"، " سلاحشور نامہ" اور " سطرنج نامہ"، مرادی کا" فتح نامہ خیر الدین پاشا"، حسین واعظ کاشفی کا" انوار سہیلی"، نابی کا" خیری نامہ" عطائی کا" عالم نما"، " نفحۃ الازھار"، "صحبۃ الابکار" اور "حلیۃ الافکار"، نشاطی کا" شاہنامہ"، نحیفی کا" معراجیہ"، شیخ غالب کا"

حسن و عشق"، نابی کا" خیر آباد"، نابی کا" تمثیلات دیوان نامہ"، فرید الدین عطار کا " الھی نامہ "شہاب الدین سھروردی کا" مؤنس العشاق" فضولی کا" صحت و مرض "رفیعی کا" جان و جانان "اور عزت ملا(1829ء) کا" گلشن عشق" قابل ذکر ہیں۔[1] اس پس منظر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اس عہد میں پروان چڑھنے والے فن شعر کا جائزہ اور معروف عثمانی شعراء کا تعارف کروایا جائے تاکہ اس سے استفادہ کی مزید راہیں ہموار ہو سکیں۔

مقالہ ہذا کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلے جُزو میں مقالہ کا تعارف اور ضرورت و اہمیت بیان کی گئی ہے۔ دوسرے جُزو میں سلاطین شعراء کا تعارف اور اُن کے شعری ادب کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ تیسرے جُزو میں عہد خلافت عثمانیہ کے معروف ع شعراء کا تعارف اور اُن کے شعری ادب کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ چوتھے جُزو میں عہد خلافت عثمانیہ کی شاعرات اور اُن کی ادبی خدمات کو واضح کیا گیا ہے۔ پانچویں جُزو میں خلاصۂ بحث تحریر کیا گیا ہے۔

عثمانی سلاطین کے شعری ادب کا جائزہ

کسی بھی ملک و قوم کی ترقی و خوشحالی اور عروج وبلندی کا بہت حد تک انحصار حکمران طبقہ کی علمی و فکری صلاحتیوں سے وابستہ ہوتا ہے۔ عثمانی خلفاء نہ صرف یہ کہ بہادر و جنگجو تھے بلکہ وہ لغت و ادب سے گہری دلچسپی رکھنے والے صاحب علم و عرفان تھے۔ مجموعی طور پر سینتیس سلاطین مسند تخت پر جلوہ افروز ہوئے، اُن میں اکیس خلفاء کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اُنہوں نے علمی حلقوں سے وابستہ لوگوں کے لیے اپنے اشعار کی بیاضیں چھوڑی ہیں، بہت سے سلاطین ترکی زبان کے علاوہ عربی وفارسی زبان پر مکمل مہارت رکھتے تھے، اُن میں سلطان محمد فاتح حقیقی معنوں میں صاحب دیوان شاعر تھا، اُس نے شاعری کا ایسا رجحان اور ماحول قائم کیا کہ اُس کے دو بیٹے جمشید اور بایزید ثانی نے اس فن میں خاص ملکہ حاصل کر لیا اور اُن کے پیروکار سلاطین نے اس علمی روایت کو قائم رکھا، انہوں نہ صرف عثمانی شعراء کی حوصلہ افزائی کی بلکہ عرب و عجم اور شرق و غرب سے تعلق رکھنے والے شعراء قدر افزائی کیا کرتے تھے، ایران کے ملا جامی ان سے تحائف حاصل کرتے تھے۔ سلطان مراد ثانی، سلطان

[1] اکمل الدین احسان اوغلی، الدولة العثمانية تاريخ و حضارة، مركز الابحاث للتاريخ و الفنون و الثقافة، استنبول، 1999ء، ج:1، ص:95-31

سلیم اول، سلطان محمد خان ثالث اور سلطان سلیمان قانونی کی شاعری تُرکی ادب کے ارتقاء میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔[1] سلطان مراد ثانی کی فوجی قابلیت کے علاوہ اخلاقی عظمت اور علمی وجاہت کی بہت سے مؤرخین نے تعریف کی ہے۔[2] وہ اہل علم محبت اور وابستگی رکھتا تھا۔ شعری ادب میں "مثنوی مرادیہ" اُس کی قابل ذکر تصنیف ہے، اس کی شعری دلچسپی کے حوالے سے معروف مصنف ڈاکٹر محمد حرب لکھتے ہیں:

"مراد ثانی وان کان مقلا وکان مالدینا من شعره قلیلاً لصاحب فضل علی الادب و الشعر لا یجحد، لان نعمه حلّت علی شعراء الذین کان یدعوهم الی مجسله یومین فی کل اسبوع لیقولوا ماعندهم، ویاخذون باطراف الاحادیث و الاسمار بینهم وبین السلطان ، فیستحسن او یستهجن ، یختار او یطرح ، و کثیراً ماکان یسدّ عوز الموزین منهم بنائلة الغمر اوبایجاد حرفة لهم تدرّ الرزق علیهم حتی یفرغوا من هموم العیش و یتوفروا علی قول الشعر، وقد انجب وعصره کثیراً من الشعراء"[3]

"مراد ثانی اگرچہ بہت کم شعر کہتا تھا اور اس کے بہت تھوڑے شعر ہمارے پاس موجود ہیں لیکن ادب و شعر میں اس کی فضیلت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ وہ شعراء کو خوب نوازتا تھا۔ ہفتہ میں دو مرتبہ انہیں اپنے دربار میں آنے کی دعوت دیتا تھا تاکہ وہ تازہ کلام پیش کریں اور سلطان سے مختلف موضوعات پر بات چیت کریں، سلطان سخن شناس تھا اور شعراء کی خوب حوصلہ افزائی کرتا تھا، اس کی کوشش ہوتی تھی کہ سلطان کی طرف سے شعراء، ادباء اور علماء کو باقاعدہ وظیفہ دیا جائے یا انہیں کسی ایسی خدمت پر مامور کیا جائے کہ وہ دل جمعی سے شعر و ادب اور فن لطیف کی خدمت

---

[1] Harold Lamb, Suleikan the Magnificent Sultan of the East, Garden, N.Y. Doubleday & company, INC. 1951,P:285

[2] ملاحظہ ہو:

i۔E.J.W.GIBB, Ottoman Literature: The Poets and Poetry of Turkey, Theodore P. ION, J.D. National University, Washington, D.C. 1901,P: 338

ii۔علی محمدمحمد اصلابی،الدولة العثمانیه عوامل النهوض واسباب السقوط ،ص:341

[3] ڈاکٹر محمد حرب، العثمانیون فی التاریخ و الحضارة،المرکز المصری للدراسات العثمانیة و بحوث العالم الترکی ، قاہرہ، 1994ء،ص:180

کر سکیں۔ سلطان کی مجلس میں بولنے کی آزادی تھی اور سلطان جہاں اچھی بات کو پسند کرتا تھا اور اس پر داد دیتا تھا وہاں غلط نظریات اور افکار پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتا تھا اور ٹوکتا تھا۔ الغرض شعری ادب کے حوالے سے سلطان مراد ثانی کا عہد امتیازی حیثیت رکھتا ہے"

سلطان محمد فاتح علمی حلقوں میں بلند مقام و مرتبہ رکھتا ہے، وہ مطالعہ کا بے حد شوقین اور ہمہ وقت علم میں اضافے کے لیے پرجوش رہتا تھا، اس غرض سے اُس نے خواجہ زادہ اور ابن خطیب ایسے علماء کو ملازم رکھا ہوا تھا جو مختلف علوم کی کتابیں پڑھ کر اُسے سُناتے تھے، وہ اپنے ہم عصر علماء کی تصانیف پر گہری نظر رکھتا تھا اور اُن پر بڑے محققانہ انداز میں نقد و تبصرہ کرتا تھا، بہت سے شعراء کو اُس نے اپنی مصاحبت کے لیے چُن رکھا تھا، انہیں سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتا تھا، اُن میں احمد پاشا، محمد پاشا اور قاسم جذری کے نام سر فہرست ہیں، آپ کے کُل درباری شعراء کی تعداد تیس تھی۔[1] اُسے ہزاروں اشعار زبانی یاد تھے، اُنہیں مناسب مواقع پر سُناتا رہتا تھا، تُرکی زبان میں اُس کا ایک دیوان بھی موجود ہے، وہ دیوان "دیوان عونی" کے نام سے مشہور ہے، اُسے سلطان سلیم اوّل کے زمانے میں ایران کے ایک معروف خطاط عماد نے لکھا تھا۔[2] اُس کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ شعراء اُس کے علمی و ادبی کارناموں کو بیان کریں، وہ نہ صرف مقامی شعراء کو انعامات سے نوازتا تھا بلکہ دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والے شعراء کو بھی تحائف بھیجا کرتا تھا۔ وہ خود بھی بہت عمدہ اشعار کہتا تھا اور دوسرے شعراء سے بھی یہی اُمید رکھتا تھا۔ وقار سے گری باتوں، بے حیائی اور بدخوئی کو ناپسند کرتا تھا، جو لوگ آدابِ شعری سے نکل جاتے انہیں قید کی سزا دیتا یا اُن کو اپنے دربار سے نکال دیتا تھا۔

سلطان سلیم اول عثمانی خلفاء میں سب سے زیادہ پُر عظمت انسان تھا، وہ فوجی اور انتظامی امور میں اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک تھا، شاعرانہ فطرت اور قابلیت اُسے ورثہ میں حاصل تھی، وہ فارسی زبان میں ایک بہت بڑے

---

[1] داکٹر محمد حرب، العثمانیون فی التاریخ والحضارة، ص: 247

[2] ملاحظہ ہو:

i۔سلطان محمد فاتح، دیوان السلطان محمد الفاتح ، تحقیق: علی محمدزینو،اروقة لدراسات و النشر،2014ء،ص:213-1

ii۔محمد مصطفیٰ صفوت ، سُلطان محمد فاتح،مترجم: شیخ محمد احمد پانی پتی، بُک کارنر شوروم ،جہلم، ص:216

دیوان کا مصنف تھا۔[1] اس کے زیادہ تر اشعار فارسی زبان میں ہی لکھتا تھا، اُس نے ترکی زبان میں بہت کم طبع آزمائی کی تھی، اُس کی ایک غزل کا اردو ترجمہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

"اگرچہ غم واندوہ کی وجہ سے میری آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں نے بحر بیکراں بنادیا دیئے۔ پھر بھی میرا سر بار ندامت سے جُھکا جارہا ہے کیونکہ میرے محبوب نے اس رنج والم کے عالم میں مجھے دیکھ لیا ہے۔ میری نگاہوں کی فوج میرے اشکوں کے طوفان سے گزر جاتی ہے۔ میری بنی ایک پشتہ کی حیثیّت اختیار کر لیتی ہے، اور کمان ابرو محرابوں کا کام کرتے ہیں۔ فلک سُنہری افشاں سے جگمگاتی ہوئی گہرے آسمانی رنگ کی پوشاک میں ملبوس ہر شب میری شوخ قسمت سے کھیلنے آجاتا ہے۔ کاش میں یکتا و تنہا اجنبی دیس میں فقیروں کی طرح بھٹکتا پھرتا تو مجھے کبھی اس قدر رنج و غم برداشت نہ کرنا پڑتا جتنا مجھے اپنے دوست واحباب سے پہنچا ہے۔ اے کرۂ خاکی! میرا خیال ہے کہ جب تک سلیم نے سات جام خالی نہ کر لیے اُس وقت تک اُس کو ایک بھی دوست صادق میسر نہ آیا۔"[2]

سلطان مراد چہارم آل عثمان کا آخری فاتح حکمران شعری ادب میں مبالغہ کی حد تک دلچسپی رکھتا تھا، اس کو شاعری کا اس حد تک جنون تھا کہ اس نے احکامات بھی منظوم صورت میں جاری کرنا شروع کر دیئے، 1638ء میں فتح بغداد کے لیے اس نے ایک مہم کا آغاز کیا، اس مقصد کے لیے جنرل حافظ پاشا کے زیر کمان ایک لشکر روانہ کیا، اس وقت بغداد ایران کے قبضہ میں تھا، اس دوران جنرل حافظ پاشا سلطان کو اطلاعات منظوم صورت میں بھیجتا تھا، سلطان کی طرف سے جواب بھی منظوم صورت میں جاتا تھا۔ شعری ذوق کے حاملین وزراء اعظم سے راغب پاشا کا نام بڑا معروف ہے، وہ ایک بہت اچھا شاعر تھا، اُس کا ایک شعری دیوان ہے، وہ "سفینۃ الراغب ودفینۃ المطالب" کے نام سے معروف ہے۔[3] یہ بات کسی اعزاز سے کم نہیں ہے کہ کسی حکومت کے سربراہان صاحب قلم ہوں، چھ صدیوں تک اس سلطنت کے برقرار رہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ ملک کی بھاگ دوڑ سنبھالنے والے صاحبِ علم اور

[1] ڈاکٹر جمال الدین فالم کیلانی، تاریخ الدولۃ العثمانیۃ رجال و حوادث، المنظمۃ المغربیۃ للتربیۃ و الثقافۃ والعلوم، ایران، 2013، ص:134

[2] اسٹینلے لین پول، سلاطین ترکیہ، مترجم: نصیب اختر، ایجوکیشنل پریس، کراچی، 1970ء، ص:336

[3] اکمل الدین احسان اوغلی، الدولۃ العثمانیۃ تاریخ و حضارۃ، ج:1، ص:85

باشعور لوگ تھے۔

عہد خلافتعثمانیہ کے شعراء کی ادبی خدمات کا جائزہ

عہد خلافت عثمانیہ قرآن، حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ، کلام اور فلسفہ سے وابستہ علوم سمیت قدیم وجدید لغت و ادب کے ارتقاء میں غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اس تاریخی و تہذیبی دور کے شعراء نے شعری ادب کے ارتقاء میں متحرک وفعال کردار ادا کیا ہے۔ ذیل میں چند معروف شعراء کا تعارف ملاحظہ ہو:

i۔ محمد فضولی بغدادی (1480-1556ء)

آپ کا شمار عہد خلافت عثمانیہ کے نامور شعراء میں ہوتا ہے، آپ کا پورا نام محمد بن سلیمان بغدادی اور لقب فضولی لقب ہے۔ اُن کو ترکی زبان کے علاوہ فارسی اور عربی زبان پر دسترس حاصل تھی۔ مؤرخ نگاروں نے اس کو سلطان الشعراء اور شیخ الشعراء ایسے القابات سے ملقب کیا ہے۔ اس نے مختلف موضوعات پر بہت سے کتب تالیف کی ہیں۔ اُس کی منظوم کتب میں "شکایت نامہ" دستان لیلی و مجنون"، "الصحۃ و المرض"، "انیس القلب"، مطلع الاعتقاد فی معرفۃ المبداء والمعاد" اور "حدیقۃ السعداء" قابل ذکر ہیں۔[1] اس نے اپنی شاعری میں فقر کو موضوع بحث بنایا ہے، سماج کے اجتماعی مسائل کی جانب اشارات کیے ہیں۔ اس کی مثنوی "لیلیٰ و مجنون" تُرکی ادبیات کی مشہور مثنوی ہے۔[2] اُس نے نہ صرف شعری ادب میں اضافہ کیا بلکہ نثر میں بھی چند کتب تالیف کی ہیں۔ اُس کی غزلوں میں درد، جُدائی اور پیار و محبت کا عنصر نُمایاں ہے۔ وہ عام طور پر جب تخیلاتی گفتگو کرتا ہے تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے محبوب کو سامنے بیٹھا کر براہ راست محو گفتگو ہے۔

ii۔ نابی (1642-1712ء)

عہدِ خلافتِ عثمانیہ میں ہجو گو شعراء میں سب سے بلند مقام نابی آفندی نے حاصل کیا ہے۔ اس کا نام یوسف افندی جبکہ نابی اُس کا لقب تھا۔ وہ سلطان مراد چہارم کا درباری شاعر تھا، جب تک سلطان کی طرف سے انعام و اکرام سے نوازا جاتا رہا تب تک سلطان اُس کی زبان درازی سے محفوظ رہا۔ اُس کی ہجو گوئی سے وزیر اعظم بھی

---

[1] اسماعیل پاشابغدادی، ھدایۃ العارفین اسماء المؤلفین و آثار المصنفین، دار احیاء التراث العربی، بیرورت، لبنان، 1955ء، ج:2، ص:250

[2] اسٹینلے لین پول، سلاطین ترکیہ، ص:338-340

محفوظ نہیں تھے، اُس نے وزیر اعظم بیرام پاشا کو تنقید کا نشانہ بنایا، اس حوالے سے بیرام پاشا نے عدالت میں ہتک عزت کا مقدمہ دائر کروایا، عدلیہ نے اُسے سزائے موت کا فیصلہ سُنادیا۔[1] تاہم اس کے اشعار کا زیادہ تر حصہ پاکیزگی اور اخلاقیات کا حامل ہے اور الفاظ کا چناؤ اُسے باقی ہم عصر شعراء سے ممتاز کر دیتا ہے۔ اس نے ترکی ادب میں نئے رجحانات پیدا کیے۔ اس میں فارسی طرزِ ادا کو ملحوظ خاطر رکھا، اس کے شاگردوں میں راغب پاشا اور سمیع پاشا قابل ذکر ہیں۔[2] اُس نے ایک مثنوی میں بڑے خوبصورت انداز میں اپنے بیٹے کو نصیحت کی ہے ہے، عام حالات میں کی گئی کوئی نصیحت زیادہ مفید اور تاثیر نہیں رکھتی، جب کہ شاعرانہ انداز میں کی گئی نصیحت آموز باتیں دیر تاثیر رکھتی ہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے نامور شعراء اکثر اپنے بچوں کو شاعرانہ انداز میں سمجھاتے ہیں، اس کا ایک پہلو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مخاطب تو اپنے بیٹے کو کرتے ہوں لیکن پس پردہ معاشرتی اصلاح مقصود ہو۔ اُس نے درویشوں پر بھی بہت سی چوٹیں لگائی ہیں۔[3] عثمانیوں میں شروع سے ہی صوفی اور درویش بہت محترم سمجھے جاتے تھے، ان پر ایسے انداز میں تنقید کرنا قابل سزا جُرم تصور کیا جاتا تھا۔

iii۔ احمد ندیم افندی (1681–1730ء)

قسطنطنیہ سے تعلق رکھنے والا احمد ندیم سترھویں صدی عیسوی کا مایہ ناز شاعر تھا۔ اُس کی شاعری مخصوص طرز ادا، تشبیہات کا چناؤ اور الفاظ میں شائستگی کے اعتبار سے تقریباً اپنے پیشروؤں سے بہت مختلف اور ممتاز تھی۔ اُس کی غزلوں میں ترنُّم اور ہم آہنگ الفاظ کی کیفیات بہت پُرکشش ہیں، لطیف جذبات اور زندہ دلی کی مُسرّتیں خوبصورت انداز میں سموئی ہوئی ہیں، اس کے قصائد نہایت پاکیزہ ہیں، اس کی مجموعی حوالے سے تمام شاعری حقیقت کے بہت قریب ہے، مبالغہ آمیز واقعات سے پاک ہے، انہیں وجوہات کی بُنیاد میں اُسے ہم عصر شعراء سے امتیاز حاصل ہے، اس کا ایک دیوان استنبول سے کہیں بار طبع ہو چکا ہے۔[4] اُس کی شاعری کے موضوعات میں

---

[1] E.J.W. GIBB, M.R.A.S., A History of Ottoman Poetry, LUZAC & CO., Great Russell Street, London, 1902, P:351

[2] اسٹینلے لین پول، سلاطین ترکیہ، ص:336

[3] E.J.W. GIBB, M.R.A.S., A History of Ottoman Poetry, LUZAC & CO., Great Russell Street, London, 1902, P:352

[4] اکمل الدین احسان اوغلی، الدولة العثمانية تاريخ و حضارة، ج:1، ص:84

حُسن، عشق، جُدائی، محبت اور درد شامل تھے۔

iv۔ شیخ غالب (1758-1799ء)

یہ ایک صوفی شاعر تھا، سلسلہ مولویہ سے تعلق رکھتا تھا، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عہدِ خلافتِ عثمانیہ میں صوفیانہ شاعری کا سلسلہ غالب کے بعد ختم ہو گیا تھا، اس کا دور حیات اٹھارہویں صدی کے آخر سے انیسویں صدی کے شروع تک کا ہے، یہ سلطان سلیم ثالث کے عہدِ حکومت کی بات ہے، وہ قدیم ترکی شاعری کے چار بڑے شعراء میں سے ایک ہے، اگر کبھی کسی مغربی شاعر نے اس کے کلام کا ترجمہ کر دیا تو اُسے دُنیا میں عمر خیام سے کم مقبولیت حاصل نہ ہو گی۔[1] اُس کی نظموں میں "حُسن و عشق" معروف ہے، یہ نظم عثمانی فکر و نظر کی بہترین تخلیقات تصور کی جاتی ہے، اس کی عظیم الشان شخصیت ترکی ادب میں زندہ جاوید کی حیثیّت رکھتی ہے۔ فضولی، نفعی اور ندیم کی طرح شیخ غالب نے بھی بڑی کامیابی حاصل کی، ایک مخصوص طرز ایجاد کی جو پیشروؤں کی طرز سے بہت مختلف تھی۔[2]

v۔ شناشی (1881ء)

شناشی عہد خلافت عثمانیہ کے صاف گو شاعر تھا جسے فارسی و عربی ادب پر عبور حاصل تھا۔ اُس نے سلاخ خانے میں بطور محرر ملازمت اختیار کی، اس دوران ایک فوجی کے ساتھ دوستانہ تعلق قائم ہو گئے، وہ فوجی ایک فرانسیسی امیر تھا، اس سے شناسی نے ترکی زبان سیکھی، اُس کے حوالے سے عموماً کہا جاتا ہے کہ اُسے پوری تُرکی لُغت زبانی یاد تھی، اُس نے ہر تُرکی لفظ کا علمی لحاظ سے مطالعہ کیا، اُس کا پتہ لگایا کہ وہ ارتقاء کی کن کن منازل سے گذرا ہے، وہ ترکی زبان کی کتابوں میں کن معانی میں استعمال ہوا ہے۔ علم فلسفہ اور سائنسی علوم کا وسیع مطالعہ کیا، بعد ازاں پیرس چلا گیا، وہاں مالیات میں دسترس حاصل کی، پیرس سے واپس آنے کے بعد ترکی اکادمی اور مجلس مالیات کا رُکن منتخب کیا گیا۔ لوگوں کو علم و حکمت اور حالات حاضرہ سے بہرہ ور رکھنے کے لیے اخبار نویسی اختیار کی، اس سلسلے میں جدید طرز کے اخبار کا آغاز کیا، اس سے پہلے فقط سرکاری اخبار ہوا کرتا تھا، اُس نے پہلے "ترجمان" بعد میں "تصویر افکار"

[1] خالدہ ادیب خانم، ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمکش، جیّد برقی پریس، دہلی، 1935ء، ص: 191

[2] Stanley Lane Poole, Turkey, T. fisher Unwin Paternoster Square New York: G.P. Putnam's Sons, London, 1888, Vol:3, P:321

نامی اخبار نکالے، تصویر افکار نامی اخبار سلطان عبد الحمید کے عہدِ حکومت میں جاری رہا، اُسے 1925ء کو بند کر دیا گیا، اُس کو جانوروں کا بہت شوق تھا، اُس نے بہت سے جانوروں کے قصے نظم کیے۔ اُن میں گدھا، لومڑی، عقاب، مچھر اور شہد کی مکھی شامل ہیں۔ شناسی کے علاوہ اس موضوع پر عثمانی شعراء میں سے کسی نے بھی قلم کشائی نہیں کی۔[1]

vi۔نامق کمال(1840-1888)

ایک ادیب اور شاعر کی حیثیت سے نامق کمال کو ترکی زبان کے مجدد کی حیثیت حاصل ہے، وہ چھ ڈراموں، دو ناولوں، تنقیدی کتب، کتابچوں اور ایک دیوان کے مصنف ہیں۔ وہ تکیر داغ[2] میں 26 شوال 1256ھ مطابق 21 دسمبر 1840ء کو پیدا ہوا۔ شاعر کی حیثیّت سے نامق تخلّص اختیار کیا۔ اس کے والد کا نام عاصم تھا جو ایک زمانہ میں سلطان کا درباری منجم تھا، بچپن اپنے نانا عبد اللطیف کے پاس گزرا جو سرکاری ملازم تھے، نانا کے تبادلہ ملازمت کے باعث استنبول، اناطولیہ، قارص[3] اور صوفیاء[4] جانا پڑا، اسی دوران عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ بایزید رشدیہ اور ولیدہ مکتب میں حاصل کی، 1857ء میں باب عالی کے دفتر استنبول میں ملازمت شروع کی، یہاں استنبول کے ممتاز شعراء سے تعارف ہوا اور انجمن شعراء کے رکن ہو گئے، اسی زمانے میں مشہور ادیب شناسی (1826ء-1871ء) سے ملاقات ہوئی جو ہفت روزہ اخبار "تصورِ افکار" کے مدیر تھے، انہوں نے نامق کمال کی صلاحیّت کو دیکھ کر اس کو کلاسیکی نمونوں کی تقلید کی بجائے مغربی انداز اختیار کرنے کا مشورہ دیا، نامق نے ملازمت چھوڑ کر شناسی کے ساتھ مل کر "تصور افکار" میں کام کرنا شروع کر دیا، اس میں "کمال" کے نام سے مضمون لکھتے رہے، بعد ازاں تقریباً تین سال تک اس کے مدیر کی حیثیّت سے فرائض انجام دیئے۔ 1865ء میں اصلاحات کے حامی افراد نے ایک خفیہ تنظیم "اتفاق حمیّت" قائم کی، اس کا مقصد ترکی میں آئینی حکومت کا قیام تھا، اس تنظیم میں نامق نے متحرّک و فعال کردار ادا کیا، حکومت نے اس کی سرگرمیوں اور تحریروں کا سدِباب کیا تو وہ پیرس چلا

---

[1] خالدہ ادیب خانم، ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمکش، ص:198-199

[2] تکیر داغ بحیرہ مارمورا کے کنارے ترکی کے یورپی حصہ میں ایک قصبہ ہے۔

[3] یہ شہر ترکی کے انتہائی مشرق میں واقع ہے۔

[4] صوفیاء بلغاریہ کا ایک شہر ہے۔

گیا، جہاں فاضل باشا[1] نے اس کا خیر مقدم کیا، یورپ میں نامق کمال کا قیام تین سال سے زیادہ رہا، اس نے اپنا بیشتر وقت صحافتی سرگرمیوں کے علاوہ مغربی علوم کے مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں صرف کیا، فاضل باشا کے حکم سے ایک پرچہ "حریت" نکالا۔ انسانی حقوق سے متعلق اس نے ایک نظم لکھی، وہ "قصیدۂ حُریت" کے نام سے مشہور ہوئی۔ ڈاکٹر احمد محی الدین ترکی شاعری اور نامق کمال کی جدوجہد کو یوں بیان کرتا ہے:

> "اس سلسلہ میں بھی ترکی شاعری نے اپنے مقصد کو صحیح طور پر سمجھا اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کی، اس تقدیر پرستی اور غلط معنوں میں خدا پر بھروسہ کرنے کی مخالفت کو اپنا سب سے پہلا مقصد قرار دیا اور دوسرا مقصد مایوسی اور کاہلی کے خلاف جہاد، یہاں بھی ہمیں سر لشکر وہی نامق کمال دکھائی دیتا ہے، وہ مضبوط ارادوں والا عملی آدمی جس نے اپنے خیالات کی تمام قوت اس کاہلی اور خدا پر غلط بھروسہ کے خلاف صرف کر دی اور محنت و عمل کے پیغام کی تبلیغ کی۔"[2]

خدمات و افکار اور سیرت و کردار کی وجہ سے مقبول شخصیت کے مالک تھے، اس کے بارے میں خالدہ ادیب خانم کا کہنا ہے کہ اس کی ذات ترکی کی محبوب ترین شخصیت تھی اور ترکی کے افکار و سیاست کی تاریخ میں اس سے زیادہ کسی دوسری شخصیت کی پرستش نہیں کی گئی۔[3] 48 سال کی عمر میں 1888ء میں وفات پائی، فوجی اعزاز کے ساتھ سلیمان پاشا کے مقبرہ میں دفن کیے گئے۔

vii۔ محمد عاکف ارصوی (1873ء-1936ء)

معروف ترکی شاعر محمد عاکف[4] کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اُس نے ترکی قومی ترانہ "استقلال مارشی" لکھا ہے۔ اُسے تُرک دُنیا میں وہی مقام و مرتبہ حاصل ہے جو برصغیر میں علامہ اقبال کو حاصل ہے ۔ وہ 1873ء میں استنبول کے ایک نواحی گاؤں "صاری کوزل" میں پیدا ہوا۔[5] آپ کے والد کا نام طاہر آفندی اور والدہ کا نام آمینہ

---

[1] مصطفی فاضل پاشا والی مصر محمد علی پاشا کے پوتے اور ابراہیم پاشا کے بیٹے تھے۔
[2] ڈاکٹر احمد محی الدین، ترکی میں جدید تمدنی تحریک، ص:18-17
[3] خالدہ ادیب خانم، ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمکش، ص:180
[4] والد نے آپ کا نام رغیف رکھا تھا جو کہ عربی زبان کا لفظ ہے لیکن ترکی میں یہ لفظ معروف نہ ہو سکا اور آپ عاکف نام سے مشہور ہو گئے۔
[5] عبدالرزاق احمد، شاعر الاسلام محمد عاکف ارصوی ومختارات من دیوان الشعری"صفحات"،بروج للنشر،ص:15

ہانم تھا، اُن کے والد اپنے دور کے بہت بڑے عالم تھے۔عالمِ شباب میں ہی والد دُنیا سے انتقال کر گئے جس کے باعث انہیں سخت ترین مشکلات سے دوچار ہونا پڑھا، اُنہوں نے سرکاری ملازمت اختیار کی، اپنے مذہبی فکر و فلسفہ کے باعث مسلمانوں کے انحطاط پر پریشانی کا شکار تھے، سماجی حلقوں میں آزادی کی جدوجہد کا شعور بیدار کرنے کی کوشش میں لگ گئے۔ ملازمت سے مستعفیٰ ہو کر مختلف جرائد میں لکھنا شروع کیا۔ تالیفات میں "صفحات" نامی کتاب ہے جو چوالیس قصیدوں پر مشتمل ہے۔ "مسجد سلیمانیہ" میں ایک قصیدہ درج ہے جو آپ کے شعری مجموعے کا نام ہے، اس میں کل 108 نظمیں شامل ہیں۔[1] اس نے اپنی شاعری کے ذریعے لوگوں کو اتحاد کا درس ہے۔ جب عثمانی خلفاءزوال کا شکار ہوئے تو اس نے کوشش کی مسلمان دوبارہ وہ عظمت حاصل کر لیں۔ اس ضمن میں مشہور نو مسلم عالم عبد الکریم جرمانوس لکھتے ہیں:

> "عاکف نے کمال جسارت سے اور علی الاعلان اپنے اشعار میں تُرکوں کے زوال کا ماتم کیا ہے، اس کی وجہ احکامِ اسلام سے بیگانگی اور سچے ایمان سے انحراف کو بر قرار دیا ہے۔ اگرچہ ان کے دلائل نقار خانہ میں طوطی کی صدا ثابت ہوئے، تاہم ان کی شاعری نے قارئین کے قلوب کو ضرور مسخر اور مسحور کیا۔"[2]

عاکف کو قرآن سے بھی گہری دلچسپی تھی، اُس نے بہت سی نظموں کے عنوانات قرآنی آیات اور احادیث نبویہ ﷺ کی مناسبت سے رکھے ہیں۔[3] ایسی نظمیں دراصل آیات اور احادیث کی تشریح و توضیح ہیں، اس سے اُس کے افکار و نظریات کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے، اس ضمن میں اُس کے شاعرانہ کمال پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر علی نہاد تارلان لکھتے ہیں:

> "ان کے کلام میں قوت اور خلوص کی صفات نُمایاں ہیں۔ ایک ایسے اُسلوب کے ساتھ جس میں کسی قسم کا نقص نہیں تھا، عاکف نے اپنے جذبات کو اسے سہل اور فطری انداز میں شعر کے قالب میں ڈھالا جس کی مثال پہلے کہیں نہیں ملتی، اس بے نظیر فن کار کا فن اس قدر پختہ ہے کہ وہ قاری

---

[1] عبدالرزاق احمد، شاعر الاسلام محمد عاكف ارصوى ومختارات من ديوان الشعرى"صفحات" ،ص:50

[2] عبد الکریم جرمانوس، ترکوں کی اسلامی خدمات، اورنگ آباد، 1930ء، ص:127

[3] E.J.W.GIBB, Ottoman Literature: The Poets and Poetry of Turkey, Theodore P. ION, J.D. National University, Washington, D.C. 1901,P: 338

کو فنی تقلید سے مکمل بے نیازی کا تاثر دیتا ہے۔"[1]

اسلام سے لگاؤ اور مذہبی رجحانات کے باعث عاکف کے بارے میں عموماً یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ رجعت پسند ہے۔ یہ شاید اس وجہ سے تھا کہ مغربی افکار کے غلب ہونے کے باوجود اس کے نظریات میں کوئی تبدیلی رُونمانہ ہوئی، اس حوالے سے ممتاز مصنفین نے تردید کی ہے۔ چنانچہ علی نہاد تارلان لکھتے ہیں:

"عاکف نے اسلام کو تعقل پسند مذہب کی حیثیت سے قبول کیا تھا، چونکہ انہیں عقل پر اعتماد تھا اس لیے وہ عقل کو اللہ اور آدمی کے مابین واحد رابطہ سمجھتے تھے، مغربی علوم اور اثباتی سائنس سے واقف ہونے کے باعث ان کے خیالات کی بنیاد منضبط منطق پر تھی۔ عقلیت پسند فلسفے کے باریک نکات کو جو بظاہر اسلام سے متصادم نظر آتے ہیں، اُنہوں نے حل کر لیا تھا، اُن کا عقیدہ اس قدر غیر متزلزل تھا کہ انہیں عقیدۂ مجسم خیال کرنا چاہیئے۔"[2]

عاکف کے ایمان کی مضبوطی اور اللہ تعالیٰ پر قناعت کے حوالے سے ڈاکٹر احمد محی الدین لکھتے ہیں کہ وہ سر تاپا مسلمان ہے، اس ایمان نہایت مضبوط اور پختہ ہے اور اس کے عقیدہ میں ایک عجیب سادگی اور صفائی ہے، لیکن اس پر بھی اسلامی دنیا کے مصائب اور ترکوں کے تکلیف دہ حالات کا اثر ہے اور باوجود اپنے عقیدہ کے یہ محسوس کرتا ہے کہ خود اسے اور اس کی اسلامی دنیا کو خدا نے چھوڑ دیا ہے، اس تکلیف دہ خیال سے اس کے دل میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے، اس کا علاج یہ اس علم میں ڈھونڈتا ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے یعنی تیسرے باب کی پہلی نظم میں محنت و سعی کا نیا قانون پیش کرتا ہے، نظم کے شروع میں تو تسلیم اور رضائے الٰہی پر قناعت کے جذبات کا اظہار ہے، لیکن آگے چل کر یہ اسلامی اور ترکی دنیا کے تکلیف دہ حالات کا ذکر کرتا ہے اور خدا سے شکوہ کرتا ہے کہ تیری مدد کہاں ہے، اس پر اس کو یہ الفاظ سنائی دیتے ہیں جنہیں سُن کر یہ خاموش ہو جاتا ہے، اے ناداں! خاموش، دنیا کی گردش کبھی نہیں رکتی، تو کیا سمجھتا ہے، کیا قوانین عالم شکوہ اور شکایت سے معطل ہو سکتے ہیں؟ مدد چاہتا ہے تو اپنے آپ سے مدد کر، جا اپنی کوشش سے ظلم اور ناانصافی کو دور کر اور دیکھ دنیا کس قدر عزت کے ساتھ

[1] علی نہاد تارلان، محمد عاکف، علاقائی ثقافتی ادارہ، لاہور، 1970ء، ص:31

[2] علی نہاد تارلان، محمد عاکف، ص:29

اس قانون سعی کی اطاعت کرتی ہے۔[1] آزادی کے بعد جب تُرک مغربی تہذیب وثقافت کے پرستار بن گئے تو آپ نے اس جدیدیت کی مخالفت کی، اس پاداش میں آپ کو پھانسی کا حکم دے دیا گیا، معاملے کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے آپ قاہرہ چلے، گیارہ برس کے بعد واپس پلٹ کر آئے، اسی دوران ملیریا جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو گئے، یہ مرض جان لیوا ثابت ہوا، 1936ء میں وفات پائی۔

viii۔ نجیب فاضل (1904ء–1983ء)

نجیب فاضل تُرکوں کا معروف ادیب اور شاعر تھا جو استنبول میں پیدا ہوا، اُس نے اپنی ساری زندگی یہی پر گزاری۔ چھ سال کی عمر میں مدرسہ جانا شروع کیا، مصطفیٰ افندی سے قرآن مجید پڑھا۔[2] حصول تعلیم کے لیے امریکی کالج اور بحریہ اسکول کا انتخاب کیا۔ دارالفنون کے شُعبہ فلسفہ اور سوبورن یونیورسٹی پیرس سے وابستہ رہے۔ بینک میں آڈیٹر کی حیثیت سے ملازمت شروع کی، بعد ازاں ادارہ برائے فنونِ لطیفہ میں شمولیت اختیار کی ، بہت تھوڑے عرصے میں اپنی صلاحیتوں کے باعث ہر دل میں جگہ بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ مشرقِ عظیم نامی مکتب فکر کی بنیاد رکھی، اسی پلیٹ فارم سے مجلہ شائع کرتے رہے، اس مجلے نے ترکی کی فکری زندگی کی نشوونما میں اہم کردار ادا کیا۔ اُنہوں نے نوجوان نسلوں کو خود اعتمادی سکھائی، اس بات پر بھی زور دیا کہ وہ افکار کبھی بھی پروان نہیں چڑھ سکتے جن کی بُنیاد اخلاق سے عاری ہو، اس کو ترکی میں شیکسپیئر کے مقام و مرتبے کا ڈراما نگار مانا جاتا ہے۔اس کی تالیفات میں" النور الھابط علی الصحراء"، " الفکر الغربی والتصوف السلامی"، "خلق انسان"، السلطان عبد الحمید خان الثانی والیھود" اور طریقنا وحالنا الحل اللازم لنا" اہمیت کی حامل ہیں۔[3] جب کہ شاعری سے متعلق تصانیف میں "مکڑی کا جالا"، "فٹ پاتھ"، "میں اور اس کے بعد"، "ابدی قافلے"، "اضطراب "، "میری شاعری "، "السلام "، "یہ بارش"، "پیار استنبول "، "ناول "، "آئینے میں جھوٹ "، "سرِورق"، "کہانیاں"، "کچھ کہانیاں کچھ تجزیے "، "روح کی کرچیوں سے کہانیاں"، "میری کہانیاں"، "یادداشتیں "، "جنون کا مستطیل "، "حج "، "وہ اور میں" اور "عثمانی سلطنت"

---

[1] ڈاکٹر احمد محی الدین، ترکی میں جدید تمدنی تحریک، ص:18-17

[2] عبد اللہ محمد بسطوسی، سلطان الادباء نجیب فاضل ومختارات من قصصہ القصیرۃ، ص:26

[3] ڈاکٹر یوسف مرعسلی، نثر الجواہر الدرر فی علماء القرن الرابع عشر، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، 2006ء، ج:1، ص:2173

شامل ہیں۔ "سیرۃ المبشر بالحیاۃ الخالدۃ" کے عنوان سے حضور ﷺ کا میلاد نامہ لکھا، وہ میلاد نامہ چھتیس اشعار پر مشتمل ہے، یہ اشعار "السلام" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔[1] درج بالا کتب سے نجیب فاضل کی علمی وجاہت، فکری استعداد اور شعری صلاحیتوں کی عکاسی ہوتی ہے۔

4۔ عہد خلافت عثمانیہ کی شاعرات کی ادبی خدمات کا جائزہ

عہدِ خلافتِ عثمانیہ تہذیبی و ادبی دور کی یادگار ہے۔ اس کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں نامور شعراء کے علاوہ بہت سی شاعرات پیدا ہوئیں جنہوں نے عثمانی فن شعر میں حصہ ڈالا، اُن میں کچھ خواتین نے عالمی سطح پر اپنی صلاحیتوں کے باعث نام پیدا کیا ہے، اُن میں شاعرہ زینب خاتون کو ممتاز حیثیت حاصل ہے، وہ پندرہویں صدی عیسوی کی نامور شاعرہ ہیں، اس کی شادی سلطان محمد سے ہوئی۔[2] اسی صدی عیسوی کی ایک معروف شاعرہ مہری (1506ء) کو علم و ادب میں خاص مقام حاصل ہے، اُس کا اصل نام مہر النساء ہے، مہری اُس کا لقب تھا، شہر اماسیا کی رہنے والی تھی، اُس کے والد بھی شاعر تھے، اُس کا ایک دیوان "تضرع نامہ" ہے۔ ایک مشہور نام شاعرہ آنی خاتون کا ہے، اس کا نام فاطمہ خانم اور تخلّص آنی تھا، اس کا ترکی زبان میں اشعار کا دیوان ہے۔[3] شاعرہ فتحات ہانم کو عثمانی شاعرات میں یہ اعزاز حاصل تھا کہ اُس نے بچپن سے ہی شعر کہنا شروع کر دیئے تھے استنبول میں پیدا ہوئی، ابو اسحاق محمد اسد افندی کی بیٹی تھی، اس کا اصل نام زبیدہ تھا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں شرف ہانم قابل ذکر شاعرہ ہیں، عثمانی شاعر محمد نبیل بک کی بیٹی تھی۔ سلطان محمود ثانی کی بیٹی عادلہ بھی اٹھارہویں صدی کی نامور شاعرہ تھی۔ دور جدید کی عالمی شہرت یافتہ شاعرہ خالدہ ادیب خانم قابل ذکر ہیں جو معروف شاعر نامق کمال کی شاگرد تھی۔

خلاصۂ بحث

تمام گزارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ عہدِ خلافتِ عثمانیہ علمی، فکری، تہذیبی، عسکری اور ادبی ارتقاء میں غیر

---

[1] عبدالله محمد بسطوسی، سلطان الادباء نجيب فاضل و مختارات من قصصه القصيرة، ص:85

[2] عمر رضا كحاله، اعلام النساء فی عالمی العرب والسلام، مؤسسة الرسالة، بيروت، ج:2، ص:65

[3] عمر رضا كحاله، اعلام النساء فی عالمی العرب والسلام، ج:4، ص:23

معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ اس تاریخی دور میں نہ صرف یہ کہ مفسرین، محدثین، فقہاء اور صوفیاء نے علمِ تفسیر، علم حدیث، علمِ تصوف، علمِ فقہ اور علمِ کلام کے فروغ میں بھرپور جدجہد کی ہے بلکہ شعراء نے ترکی ادب کے ترقی میں متحرک وفعال کردار ادا کیا ہے۔ اس عہد میں تشکیل پانے والا شعری سرمایہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس عہد میں ترکی ادب کو عروج وبلندی ملنے کی بنیادی وجوہات عثمانی خلفاء کی ذاتی دلچسپی شامل ہے۔ اُنہوں نے شعراء کی حوصلہ افزائی کے لیے اُن کو تحائف اور انعام واکرام سے نوازا، اُنہوں نے اپنے دربار میں مخصوص شعراء مقرر کیے ہوئے تھے جو سلاطین کی شان وشوکت کو بڑے احسن انداز میں بیان کرتے تھے، وہ اُن کے کارناموں کی تشہیر کرتے تھے، اس علمی وادبی ماحول میں اُنہوں نے اس شعر وشاعری میں بذاتِ خود حصہ لیا، بہت سے خلفاء صاحب دیوان شاعر تھے۔ خلفاء کے شعری جذبہ کو دیکھتے ہوئے بہت سے وزراء اعظم بھی شعر وشاعری میں دلچسپی رکھتے تھے، اُن کا شعری ادب عثمانی ادبیات میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ قدیم عثمانی شعری ادب کا طرز ادا فارسی ادب سے مشابہت رکھتا ہے جبکہ جدید شعراء نے اس سلسلے میں نئے انداز اور طریقے ایجاد کیے۔ وہ معاشرتی مسائل اور تہذیب وتمدن کا ہوبہو نقشہ پیش کرتے تھے۔ حقائق بیانی تُرک شعراء کی اہم صفت تھی۔ بہت سے شعراء بین الاقوامی شہرت یافتہ ہوئے ہیں۔ بعض شعراء ہجو گو بھی تھے۔ اُن کی چوٹوں سے خلفاء اور وزراء اعظم بھی محفوظ نہیں رہ سکتے تھے۔ اس دور کا ایک امتیازی پہلو یہ بھی ہے کہ اس ادبی دور میں خواتین نے بھی شعر و شاعری میں حصہ لیا۔ اس ضمن میں بہت سی خواتین نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔ عثمانی فنِ شعر کے مختلف پہلوؤں کا تحقیقی جائزہ اور معروف شعراء کا تعارف کروایا گیا ہے تاکہ اس فن سے وابستہ لوگوں کے لیے تحقیق و جستجو کی نئی راہیں کُھل سکیں۔